مناہج تحقیق کا آغاز وارتقاء

ڈاکٹر محمد فیروزالدین شاہ

صدر شعبہ اسلامی وعربی علوم، جامعہ سرگودھا

مناہج تحقیق کا آغاز وارتقا:

اگر ہم ان قدیم تہذیبوں کا جائزہ لیں کہ جنہوں نے انسانی تمدن اور ثقافت کو فروغ دیا تو ان میں ایک اہم تہذیب مصری تہذیب ہے۔ مصریوں نے سائنسی علوم میں ترقی کے لیے نمایاں کاوشیں کیں۔ اہرام مصران کی کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دوسری طرف یونانیوں میں ارسطو نے 'قیاسی منہج' کے ایسے قواعد مرتب کیے کہ جن میں مسلمات سے استدلال کا آغاز کر کے مختلف فیہ نتائج اخذ کیے جاتے تھے۔ اس کی طرف سے پیش کیے گئے منطقی اصولوں کو بحث و نظر اور جدل و مکالمات میں صدیوں بطور معیار تصور کیا جاتا رہا۔

مفکرین اور اہل عرب طویل عرصہ مشائی طرز استدلال کی پابندی کرتے رہے۔ اس دوران اہل عرب نے ارسطو کی کتب کے ترجمے کیے، شروحات لکھیں، خلاصے اور اضافے مرتب کیے۔ ایک مدت مدید کے بعد عرب علما کو یہ احساس ہوا کہ ارسطوئی قیاس بعض علوم میں کار آمد نہیں کیوں کہ یہ ایک ریاضیاتی قیاس ہے جو کلی سے شروع ہو کر جزئی پر ختم ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ ریاضی میں کام دے سکتا ہے تاہم سائنسی اور معاشرتی علوم میں یہ مفید نہیں کیوں کہ یہاں استدلال کی بالکل ہی برعکس صورت حال ہے۔ یہاں جزئیات سے آغاز کر کے کلیات اور عمومیات کی طرف جانا پڑتا ہے۔ بہر حال اس منزل پر پہنچنے کے بعد انسانی فکر نے دائرہ تحقیق میں ایک جداگانہ سفر کا آغاز کیا۔ اب انسان نے عقلی غور و فکر کی دنیا میں مشاہدے اور تجربے کو اہمیت دینا شروع کر دی۔ ایسے علوم کو زیادہ ترجیح دی جانے لگی جن کی اساس استقرا اور تجربے پر تھی مثلاً فلکیات، طبعیات اور کیمیا وغیرہ۔ اہل عرب اور اہل اسلام کے سیاسی زوال کے

بعد مغربی دنیا میں احیائے علوم کی تحریک کا آغاز ہوا اور دنیاوی علوم و فنون میں علم و معرفت کی سیادت ان کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اہل مغرب یونانی فکر کے اسیر تھے لہٰذا انہوں نے جب عربی علمی میراث کا مطالعہ کیا تو یونانی سحر سے آزاد ہونا شروع ہوئے۔ مغربی سکالرز اور سائنس دانوں نے استقرائی طرزِ استدلال اپنانا شروع کیا۔ فکری جمود ٹوٹنے لگا اور ارسطوئی قیاس کی اہمیت کم ہونے لگی۔ راجر بیکن (متوفی 1294ء) وہ پہلا فلسفی ہے جس نے منطقی قیاس کے بخیے اکھاڑے۔ اس نے حقیقت کی معرفت حاصل کرنے کے لیے مصنوعی کی بجائے فطری طریقے پر زور دیا۔ اس کے دعوے سے ایک بھونچال پیدا ہو گیا۔ روایتی اور ارسطوئی طرز استدلال کے قائلین اس پر حملہ آور ہو گئے۔ تاہم بظاہر اسے ایک دفعہ دفن کر دیا گیا لیکن زیر سطح ایک ارتعاش ضرور باقی رہا۔ پھر ایک طویل عرصہ بعد فرانسس بیکن (متوفی 1626ء) نے اس لاغر بدن میں روح پھونکی۔ اس نے 'تجرباتی منہج تحقیق کے قواعد' پر ایک کتاب لکھی۔ اس نے واضح کیا کہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے صحیح راستہ 'استقرائی' ہے جس کی بنا تجربہ اور مضبوط عقلی قیاس ہو۔ بیکن کو جدید منطق کا مؤسس کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد ڈیکارٹ (متوفی 1650ء) آیا۔ اس نے استقرائی کے علاوہ دوسرے ہر منہج کا انکار کر دیا۔ اور تمام علوم کے لیے صرف ایک ہی منہج استدلال کو برحق تسلیم کیا۔[1]

علم و نظر کی دنیا میں درج بالا مناہج استدلال کے حوالے سے طویل عرصہ ایک بحث چلتی رہی کہ جس نے کئی رخ اور رجحان اختیار کیے۔ تاہم بالآخر بیسویں صدی میں دونوں کو ہی تسلیم کر لیا گیا البتہ ہر ایک کا فطری دائرہ متعین کیا گیا۔ اگرچہ بحیثیت مجموعی اب بھی استقرائی طرز استدلال کو اہمیت زیادہ دی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود عمومی طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ہی انسانی فکر کے رجحانات اور راستے ہیں۔ دونوں کے اپنے اپنے فوائد و ثمرات ہیں۔ جب ان میں سے کوئی بھی اپنی فطری حدود سے تجاوز کرتا ہے تو صحتِ نتائج پر حرف آنا شروع ہو جاتا ہے۔[2]

الاتجاه ، المنهج یا الطریق اور الاسلوب:

---

1 مصطفى حلمي، الدكتور، مناهج البحث في العلوم الانسانية (بيروت: دار الكتب العلمية ،2005ء) ص47-50، مناہج تحقیق کے آغاز وارتقا کی جامع تاریخ پیش کرتے ہوئے عبدالحنان کیلانی نے ڈاکٹر مصطفی حلمی کے افکار کا جائزہ لیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حافظ عبدالحنان کیلانی، علوم اسلامیہ میں مناہج تحقیق، مجلہ رشد، جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 1، ص100۔

2 حافظ عبدالحنان کیلانی، علوم اسلامیہ میں مناہج تحقیق، مجلہ رشد، جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 1، ص100۔

منہج یا مناہج تحقیق کی بحث میں تین مزید اہم اصطلاحات یا زاویے خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جن کو مختلف کتب میں "الاتجاہ"، "المنہج"، "الطریق" اور "الاسلوب " کے ناموں سے بالعموم ذکر کیا جاتا ہے۔